محمد اشرف

پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ اُردو، یونی ورسٹی آف سرگودھا

ڈاکٹر خالد ندیم

شعبہ اُردو ، یونی ورسٹی آف سرگودھا

ناول اور تاریخ __ مماثلات و امتیازات

Muhammad Ashraf
Ph.D Scholar, Department of Urdu, University of Sargodha.
Dr. Khalid Nadeem
Department of Urdu, University of Sargodha.

Novel and History---- Similarities and Differences

Novel and History are though different sources of knowledge but there is a deep relation between them. This relation provides the base of creative sense in literary works. Both Novel and History play their role to highlight the different aspects of a society in particular era. Both the Novelist and the Historian try to elaborate the colors of human life in different ways. In this article the similarities and the differences between Novel and History are being discussed. There are so many differences are found between the both which established a line of difference very clearly.

Keywords: *Nowel, History, Discourse, Subjective, Objective, Creative Sense.*

ناول صنفِ ادب ہے، جب کہ تاریخ ایک علیحدہ علمی پہلو کا حامل مضمون ہے۔ناول اور تاریخ کے مماثلات اور امتیازات پر بات کرنے سے سے پہلے ، تاریخ اور ادب کے رشتے کی نوعیت کو بھی دیکھنا چاہیے۔ تاریخ اور ادب کے باہمی رشتے کے حوالے سے ڈاکٹر شیبا عالم کی رائے بڑی متوازن معلوم ہوتی ہے، وہ لکھتی ہیں:

> ہر زمانے میں ادب اور فنونِ لطیفہ نئے سوالات پیدا کرتا ہے۔یہی کلاسیکی ادب کی حقیقت ہے کہ وہ آنے والے زمانے میں نئے معانی دیتا ہے، جو تاریخ کے تسلسل سے جڑے ہوتے ہیں۔ زمانہ بدل جاتا ہے، لیکن ادب نہیں بدلتا اور ادب اپنے اندر سے نیا قالب لے کر پھوٹتا ہے، اسی سے نئے معانی پیدا ہوتے ہیں، جو پچھلے معانی سے مختلف ہوتے ہیں ۔یہ وہ مقام

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

ہے جہاں تخلیق کار، تاریخ کو اپنا مطیع بنالیتا ہے اور اسی تاریخ کے زور پر وہ زمانوں پر حکومت کرتا ہے۔۔ (۱)

ادب کے یہ معانی اتنے وسیع تر ہوتے ہیں کہ زمانوں کے بدلتے تناظر میں، نئے نئے سوالات پیدا کرتے ہیں۔ ادب کی یہ تخلیقی جہت اسے دیگر علوم سے انفرادیت بخشتی ہے۔ تاریخ زمانے کے ساتھ ساتھ بدلتی رہتی ہے لیکن ادب نہیں بدلتا۔ یہ ادب کی عظمت ہے کہ ہر زمانے میں اس کے معانی، اس زمانے کے حالات کے مطابق نئے قالب میں پھوٹتے ہیں۔ تاریخ اور ادب دونوں میں زمانہ مشترک ہے، پھر بھی تاریخ محدود ہے اور ادب بے حد وسعت کا حامل، تاریخ جامد ہے اور ادب متحرک، ادب نت نئے سوالات پیدا کرکے زمانوں پر راج کرتا ہے اور تاریخ اس راج کی کتھا ہے، ایسی کتھا جو تخلیقی عمل سے گزرے بغیر، احوال کا ایک عکس دکھاتی ہے، شاید یہ عکس ادھورا عکس ہوتا ہے۔ اس ضمن میں وی۔ ایچ۔ گلبرتھ (V.H. Galbraith) نے بہت اہم بات کی ہے:

"For each generation sees things rather differently from preceding one, and asks new questions." (۲)

تاریخ، تہذیب اور سماجی عمل کے رشتوں نے ہر انسانی عمل کو، کائنات میں اجتماعی حافظے کے ذریعے نہ صرف محسوس کیا بلکہ اس کی کسی شہادت کو ضائع نہیں ہونے دیا۔ تاریخ بہت خوش قسمت ہے کہ اس کے عمل کا ہر لمحہ، ہر طرح کی شکست وریخت، تعصّب اور دیگر زمانی وجوہ کے باوجود، کہیں نہ کہیں انسانی حافظے میں محفوظ ضرور ہوتا ہے اور پھر جلد یا بدیر وہ اپنا ظہور کرتا ہے۔ جتنی قوت سے اس لمحے کو دبایا گیا ہوتا ہے، وہ اتنی ہی شدت سے دوبارہ ظاہر ہو جاتا ہے۔ تاریخ اور تخلیق کے رشتے کو کوتاہ نظری اور سپاٹ ذہنی رویوں کی وجہ سے الگ الگ خانوں میں رکھا گیا۔ اس علیحدگی کی وجہ تاریخ کی معروضیت اور غیر شخصی ہونا ہے، جب کہ تخلیق کا انسانی روح کے انبساط کے ساتھ انسلاک ہوتا ہے، یا پھر یہ کہنا کہ تخلیق حسّیاتی مسرت اور اداسی کی کیفیت سے مشروط ہوتا ہے، تو شاید یہ درست زاویہ نگاہ نہ ہوگا۔ تاریخ اور تخلیق کی اسی مماثلت کے حوالے سے ای۔ ایچ۔ کار (E.H.Carr) کا درج بیان ذیل ملاحظہ ہو:

The historian, then, is an individual human being. Like other individuals, he is also a social Phenomenon, both the product and the conscious or unconscious spokesman of the

society to which he belongs, it is in this capacity that he approaches the facts of the historical past. We sometimes speak of the course of history as a moving procession. The metaphor is fair enough, provided it does not tempt the historian to think of himself as an eagle surveying the scene from a lonely crag or as v.i.p at the saluting base. (۳)

تاریخ، فکشن نہیں ہوتی اور نہ ہی فکشن تاریخ ہوتا ہے۔ ان کا تعلق آپس میں درخت اور زمین کا ہوتا ہے۔ فکشن زمین جب کہ تاریخ کی مثال درخت کی ہوتی ہے جس کی جڑیں زمین میں دور تک جاسکتی ہیں۔ اب یہ زمین کی نوعیّت پر منحصر ہے کہ اس میں کسی درخت کی جڑیں کہاں تک جاتی ہیں۔ ہر قسم کی زمین ہر قسم کے درخت کے لیے موزوں ہوتی ہے، نہ ہی ہر درخت کی نشو و نما برابری کی سطح پر ممکن ہے۔ کہانی کوئی بھی ہو، وہ اپنے اندر پڑھنے اور سننے والے کے لیے بہت کچھ سمیٹے ہوتی ہے۔ اس کا کوئی نہ کوئی زمانہ بھی ہوتا ہے۔ اس زمانے کا پورا سماجی عمل بھی موجود ہوتا ہے، جو کردار کے ساتھ سانس لیتا ہے۔ ایک ثقافتی احساس ہوتا ہے، جو ہر واقعہ کے ساتھ کردار کے اندر دھڑک رہا ہوتا ہے۔ ایک اقداری اور اخلاقی نظام ہوتا ہے، جو عقیدے اور تصور میں جھلکتا نظر آتا ہے، ایک متحرّک زندگی اپنی مکمل شکل میں سانس لے رہی ہوتی ہے، لیکن ایک فرق معیار کا موجود رہتا ہے، جو لکھنے والے کی صلاحیت پر منحصر ہے۔ فکشن میں کہانی کے اندر معاشرت جُزوی طور پر موجود ہوتی ہے، اس معاشرت اور معاشرتی اقدار کا قدیم اور جدید تصور بھی، اپنے ارتقائی عمل کے ساتھ واضح ہوتا ہے۔ گویا اقدار کا ارتقا اور معاشرت کی جھلک کا شعور، کہانی لکھنے والے کے لیے تاریخ کی دین ہے۔ ادب اور تاریخ کا یہ رشتہ کئی مماثلتوں کے باوجود، بے شمار امتیازات کی بنا پر اس باہمی تعلق کو، الگ الگ جہتوں میں منقسم کرتا نظر آتا ہے۔

ناول اور تاریخ کے مابین ایک امتیاز یہ ہے کہ جب زمانی حقیقت ناول میں منتقل ہو گی، تو اس عمل انتقال کے دوران تاریخ سے مدد درکار ہوتی ہے اور جب یہ حقیقت کسی ناول میں تخلیقی عمل سے گزر کر سامنے آئے گی، تو اس کے معنی بدل جائیں گے۔ یہ معنوی تبدیلی شاید وہ اسلوبیاتی پیراہن ہے، جو تاریخ کے عُریاں بدن کو ادب (ناول) فراہم کرتا ہے۔ استعارات اور علائم و رموز اس کے بدن کو زیبائش بخشتے ہیں، نہ کہ اس کے بدن کی معنوی تجسیم کو تبدیل کرتے ہیں۔ ناول اور تاریخ کے درمیان یہ ایسا اسلوبیاتی تضاد ہے، جو تخلیقی عمل کے بغیر

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN (Online): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

معرضِ وجود میں لانا مشکل ہے۔ناول اور تاریخ کے زبان و بیان کا واضح فرق، ان کو متضاد زاویوں پر متعین کرتا ہے۔ مورّخ، ادیب نہیں ہوتا اس لیے اس کی زبان کی معنویت وہ نہیں ہوسکتی، جو ایک ناول نگار کی ہوسکتی ہے۔ تاریخ اظہار ہے اور ناول تخلیقی اظہار۔ پیرایہ اظہار کی یہ تفریق معنوی سطح پر ہوتی ہے، جو ناول کو تاریخ سے زیادہ اہمیت و افادیت عطا کرتی ہے۔ اس تضاد کو آر۔ جی۔ کولنگ وڈ(R.G. Collingwood)نے کچھ یوں بیان کیا ہے:

> History and memory are wholly different things, but they have this is common, that the object is in each case the past. The difference between is that memory is subjective and imidiate, history objective and mediate. (۴)

تاریخ اور کہانی کا ازل کا ساتھ ہے۔ یہ تو وثوق سے نہیں کہا جاسکتا کہ تاریخ نے کہانی سے جنم لیا یا کہانی نے تاریخ سے ؟وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان دونوں کی حدیں جدا ہوتی چلی گئیں اور ان میں باقاعدہ امتیاز کیا جانے لگا۔ تاریخ نے حقیقت سے اپنے رشتے اور بھی مضبوط کیے، جب کہ کہانی کئی روپ بدلنے کے باوجود اپنی اصل سے زیادہ دور نہیں ہوئی۔ یورپی استعمار اور نظامِ نو آبادیات کے تشکیل کردہ علم اور نظریہ علم کے تحت، حقیقت اور افسانہ (Fact and Fiction) کو ایک دوسرے کا متضاد سمجھا جانے لگا۔ اس تضاد کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ کہانی کی بنیاد تخیّل و تصوّر کو گردانا گیا، جب کہ تاریخ ایسے حالات و واقعات کے سائنسی مطالعے اور تجزیے کی پیش کش کا دعویٰ کرنے لگی، جو صدیوں کے دورانیوں میں وقوع پذیر ہوچکے تھے۔

تاریخ چاہے کتنی ہی بصیرتوں کی مظہر ہو، اس کی اصل بنیاد بصارت، سماعت اور حسّی تجربے کی گرفت میں آنے والے واقعے، دنیوی اور سماجی حوالوں پر اٹھتی ہے ،لیکن ادب (صرف ناول کی بات کی جا رہی ہے)مشاہدے اور تجربے کے علاوہ بھی بہت کچھ ہوتا ہے۔ ناول انسان کی داخلی بصیرت، جذبے اور تخیل پر انحصار کرتا ہے۔ ناول ایسی آفاقی صداقتوں کے فنّی اظہار کا دعوے دار ہے، جو انسانی تجربے سے ماورا نہیں بلکہ انسان کی حقیقی سماجی اور انفرادی زندگی کے معمولات کے تصادم سے جنم لیتی ہیں۔ اس اعتبار سے ناول، دوسری اصناف کی نسبت تاریخ کے بیانیے کے زیادہ قریب آجاتا ہے۔

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

ناول اور تاریخ کے بیانیوں کے ڈسکورس یالسّانی ساخت میں اور بھی مماثلات اور امتیازات موجود ہوتے ہیں۔ ناول میں ناول نگار ابتدا کرنے کے لیے کسی ایسے واقعہ کا انتخاب کرتا ہے، جو گزشتہ واقعات کے عندیے کے ساتھ ہی، بعد میں آنے والے واقعات کی اہمیت اور معنویت کا حامل ہو۔ اس کے برعکس مورّخ آغازِ بیان کے لیے زیادہ الجھاؤ کا شکار ہوتا ہے، کیوں کہ وہ تاریخ کے تسلسل کو اپنی مرضی سے توڑنے مروڑنے کا اختیار نہیں رکھتا۔

ایک اور امتیاز جو ناول کو تاریخ سے الگ کرتا ہے، وہ موضوع ہے۔ ناول میں بنیادی اہمیت موضوع کی ہے۔ ناول میں کرداروں کے اعمال اور ان کی معنی خیزی کو آشکار کرکے موضوع کی معنویت اجاگر کی جاتی ہے مثال کے طور پر ہادی رسوا کا امراؤ جان ادا، پریم چند کا گؤدان، قرۃ العین حیدر کا آگ کا دریا، عبداللہ حسین کا اداس نسلیں اور مستنصر حسین تارڑ کا اے غزالِ شب ایسے ناول ہیں، جن کے اہم کردار برصغیر میں نو آبادیاتی عہد کی صورتِ حال، اس عہد کی تہذیبی اقدار، سماجی مرقّعے یا انقلابی تحریکات کو پیش کرتے ہیں۔ بقول ڈاکٹر علمدار حسین بخاری:

> فکشن میں تو یہ ہوتا ہے کہ ہیرو سے زیادہ کہانی کا عمل یا عمل کی آگہی اس کا مرکز ہوتے ہیں اور وہ مرکزی شعور لازماً ہیرو یا ہیروین ہی کا نہیں ہوتا بلکہ مشاہدہ کرنے والے یا قاری کا بھی ہوتا ہے، مرکزی کردار کی زندگی یا بصیرت سے افسانے کا قاری خود کو مشخّص (identify) کرسکتا ہے۔[۵]

لیکن تاریخ میں ایسی باتوں کی گنجائش کم کم ہوتی ہے، اگرچہ ہوتی ضرور ہے۔

اسی طرح ناول میں جو اہمیت چھوٹے کرداروں کی ہے، وہ تاریخ میں نہیں ہوتی۔ ناول میں کہانی کی دلچسپی کا دارومدار، انھی کرداروں کے باہمی تعاون وتعامل اور تضادات وکشاکش، ان کے مقدر اور انجام پر ہوتا ہے، جب کہ تاریخ اپنے قاری کو ایسی کوئی آسائش فراہم نہیں کرتی۔ موّرخ کے زیرِ مطالعہ افراداور کردار، نہ ہمیشہ واضح اور نمایاں ہوتے ہیں اور نہ متضاد ہوتے ہیں۔ وہ ان کرداروں کے معلوم تاریخی موادِاور سیاق سے گریز کرکے توجیہہ پیش نہیں کرسکتا۔

ناول اور تاریخ میں ایک اورامتیاز پلاٹ کا ہے۔ ناول کے پلاٹ کی تشکیل کا فن، تعمیر کے فن کے مترادف ہے۔ جس طرح معمار، عمارت کو خوب صورت بنانے کے لیے اس کے مختلف حصوں کو سلیقے اور خوش اسلوبی سے ملاتا اور جوڑتا ہے، اسی طرح ناول نگار، ناول کے پلاٹ کے مختلف اجزاء کو خوب صورتی کے ساتھ ایک دوسرے سے ہم آہنگ کرتا ہے۔ پلاٹ کی حیثیت ریڑھ کی ہڈی کی سی ہوتی ہے۔ باالفاظ دیگر پلاٹ ایک ایسا کل ہے

جس کا ایک سوچا سمجھا آغاز اور منطقی انجام ہوتا ہے اور جس کا ہر حصہ اپنے کل کے ساتھ یوں جڑا ہوتا ہے کہ ہر حصے کا انحصار دوسرے پر ہوتا ہے، ایک ایسا کل جس میں کسی بھی ضروری چیز کی کمی نہیں ہوتی۔ اس کی معنویت ایک ایسا تاثر پیدا کرتی ہے، جو قاری کے ذہن پر طاری ہو جاتی ہے، یہی اس کا بنیادی مقصد ہوتا ہے۔ اس کے برعکس تاریخ میں پیچیدگیوں کو سہل بنانے کے لیے اگر پلاٹ کی مدد سے کہانی کی ہیئت اختیار کی جائے تو اگرچہ آغاز، وسط اور انجام کے مراحل کی شناخت تو ہو جائے گی، تاہم مورّخ کے ساتھ قاری بھی گمراہ ہو جائے گا کیوں کہ:

> The events may be "given", but their functions as elements of a story are imposed upon them and are imposed by discussive techniques more tropical then logical in nature."(٦)

ناول اور تاریخ میں ایک فرق ماحول یعنی گردوپیش کا بھی ہوتا ہے۔ ناول میں ماحول، ایسا انسانی، فطری یا مصنوعی پس منظر تشکیل دیتا ہے تاکہ کہانی کے موڑ کو طے کر سکے۔ جین آسٹن، ٹالسٹائی، تھامس ہارڈی، ڈی۔ ایچ۔ لارنس، اُردو میں مرزا ہادی رسواؔ، قرۃ العین حیدر، عصمت چغتائی، عبداللہ حسین، مستنصر حسین تارڑ اور خدیجہ مستور وغیرہ کے ناولوں میں، کردار اسی ماحول سے اپنا تشخّص حاصل کرتے ہیں، جب کہ تاریخ میں ماحول تاریخی کرداروں کے تشخّص کی تشکیل کے بجائے، ان کے وسیع تر تاریخی سیاق و سباق کے تسلسل کا باعث بنتا ہے۔ حتیٰ کہ بڑے سے بڑے تاریخی ہیرو اور بادشاہ بھی اس بڑے اور وسیع تر منظر کا ہی حصہ ہوتے ہیں اور اس کے تسلسل سے ہٹ کر کچھ نہیں ہوتے۔ جب مورّخ ماحول کو جغرافیائی، معاشی، سماجی اور ثقافتی گردوپیش میں توسیع دیتا ہے تو یہ محض اداکاروں کے لیے اسٹیج فراہم کرنے کے بجائے، خود کہانی کا حصہ بن جاتا ہے، جو ایک معتبر تاریخ نگار کی مطلوبہ معروضیت کی نفی ہوتی ہے۔

واقعات کی ترتیب و تطبیق کا فرق بھی ناول اور تاریخ کی راہوں کو الگ کرتا ہے۔ ناول میں واقعات توقع اور تجسس خیزی کے تقاضوں کے تحت، یکے بعد دیگرے لائے جاتے ہیں اور یہاں اتفاق محض کی گنجائش نہیں ہوتی۔ اس کے برعکس تاریخ نگار واقعات کو ایجاد یا تخلیق نہیں کرتا، بلکہ اس نے حقیقی گزشتہ واقعات کی موزوں ترتیب بنانی ہوتی ہے اور انھیں معروضی انداز میں بیان کرنا ہوتا ہے۔ مورّخ کو یہ بھی بتانا ہوتا ہے کہ واقعات کے کون سے سلسلے ترتیب زمانی کے مطابق اور کون سے اتفاقی اور حادثاتی ہیں۔ یوں سمجھ لیجیے کہ مورّخ کو ناول نگار کے برعکس واقعات کے بیان میں اتفاق اور محض اتفاق کی قوت کو قبول کر لینے کی آزادی ہوتی ہے۔

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

ایک اور امتیاز جو ناول کو تاریخ سے ممیّز کرتا ہے، وہ نقطہ نظر کا ہے۔ ناول میں ناول نگار اپنے آپ کو نفس قصہ سے باہر بھی رکھ سکتا ہے اور خود کو اس کا حصہ بھی بنا سکتا ہے (جیسے اُردو میں ہادی رسوا کی مثال)۔ وہ خود کو کہانی کے عمل کے قریب یا دور رکھ سکتا ہے اور بڑی لطیف مہارت کے ساتھ اپنے قاری کو کہانی کے عمل یا کرداروں کی زندگیوں میں شرکت یا ان کے ساتھ تشخّص حاصل کرنے کی ترغیب بھی دے سکتا ہے۔ اس کے برعکس تاریخ نگار کے لیے قیام کا صرف ایک ہی مقام ہوتا ہے، جو اس کا اپنا ہوتا ہے۔ اُسے صرف ایک غیر شخصی رویّے کی اجازت ہوتی ہے کہ وہ صرف حقائق کے بیان کو اپنا مقصد سمجھ سکتا ہے اور تحسین و نا تحسین سے ماورا ہو کر، قاری کے لیے کسی اخلاقی، مذہبی یا نظریاتی جہت کا تعیّن کرنے سے بچنے کا پابند ہوتا ہے۔

ناول کی کہانی چاہے کتنی ہی حیران کن کیوں نہ ہو، اس کے بعض واقعات اور کرداروں کی پیش کش کو، اس مخصوص ماحول اور صورتِ حال میں، ایسا قابلِ یقین ہونا چاہیے کہ قاری اپنی خوشی سے عدم یقین کو رضاکارانہ طور پر معطّل کر دے، جب کہ تاریخ نگار نہ تو قاری کی خوش اعتقادی اور پسند کے مطابق کردار، واقعات اور تاریخ کو ڈھال سکتا ہے اور نہ ہی عجیب و غریب تاریخی حقائق کو مانوس اور قابلِ یقین بنانے کے بارے میں سوچ سکتا ہے۔

تاریخ نگار اور اس کا قاری وقت (تصوّرِ زماں) سے آگاہ ہوتے ہیں اور انھیں تاریخی کہانی کے دورانیے کا بھی علم ہوتا ہے اور یوں وہ دونوں ہی ایک احساس تاریخیت (Historicity) کے مالک ہوتے ہیں۔ یہ بات ناول نگار اور اس کے قاری میں مشترک نہیں ہو سکتی کیوں کہ وہاں تعیّنِ زماں ممکن نہیں ہوتا۔

ایک معیاری ناول اچانک ختم ہو کر بے نتیجہ نہیں رہ جاتا بلکہ اس کا اختتام، اس کے آغاز کی طرح بڑی احتیاط سے، معنی خیزی اور اشاریت کے باعث منتخب کیا جاتا ہے۔ یہ انجام یا اختتام قصہ، کہانی کے آغاز اور وسط کے واقعات کا لازمی اور منطقی نتیجہ محسوس ہوتا ہے اور پوری کہانی کی معنویت کی تکمیل یا انکشاف کرتا ہے، جب کہ تاریخ نگار اپنی تمام تر خواہش کے باوجود اپنے بیانیے کو ایک مخصوص من پسند 'انجام' تک نہیں لا سکتا، رواں دواں زندگی میں اُسے کوئی ایسا مقام ملتا ہی نہیں، بعض اوقات جہاں وہ رکتا ہے، تھوڑا سا غور کرنے پر اسے لگتا ہے کہ یہ تو تاریخ گزشتہ کا کوئی لازمی یا منطقی نتیجہ ہرگز نہیں ہے۔ اُسے معلوم ہوتا ہے کی سلسلہ تاریخ میں ان گنت تاریخی کرداروں اور ہر عہد کے انسانوں کا انبوہ کثیر ملوث ہوتا ہے اور اس کے ان گنت دھاگے باہم الجھے ہوئے ہوتے ہیں، اس لیے مورّخ اپنے بیان کردہ واقعہ کی مکمل توضیح پیش کر ہی نہیں سکتا۔ ناول کے عناصرِ ترکیبی اور اس کی پیش کش، تاریخ سے

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

بالکل الگ ہے۔ یہ عناصر ہی ان کے درمیان حد فاصل ہیں۔ یہاں شہزاد منظر کی دو سطور سے استفادہ کرنا مفید ہو گا، وہ لکھتے ہیں:

> ناول میں تاریخ کو پیش کرنا کوئی عجیب نہیں، لیکن اس کے لیے تاریخ اور ناول کے پلاٹ یعنی قصے کو قدم بہ قدم بڑھنا چاہیے۔ اگر ایسا نہ ہو تو ناول، ناول نہ رہے گا، تاریخ بن جائے گا۔ (۷)

ناول اور تاریخ دراصل انسانی کلام کی دو منفرد اور اہم صورتیں ہیں، جو باہمی اخذ و قبول سے طاقت حاصل کرتی رہی ہیں۔ خاص طور پر یورپی صنعتی انقلاب اور سرمایہ دارانہ نظام کے تقاضوں کے تحت جو ناول معرضِ وجود میں آیا، اس نے قدیم رومانس، داستانوں اور قصوں کے مافوق الفطری انداز سے گریز کر کے، انسان کی واقعی زندگی پر توجہ مرتکز کی۔ یہ نشاۃِ ثانیہ کے بعد کی یورپی علمی، تہذیبی اور سماجی صورتِ حال کا تقاضا تھا کہ کسی بھی مابعد الطبیعاتی اور مافوق الفطری حقیقت کے بجائے، ایسی ٹھوس سماج حقیقت کو اہمیت دی جائے، جسے انسان کے حواس اپنی گرفت میں لا سکتے ہیں۔ یہ جدید سائنسی علوم کا اصول تھا، جو سماجی علوم حتیٰ کہ نئی اصنافِ ادب پر بھی اثر انداز ہوا۔ تاریخ تو پہلے ہی اصل تاریخی واقعات ہی کے بیان کو بنیادی اہمیت دیتی تھی، لیکن ادب خاص طور پر ناول کے لیے یہ نئی بات تھی۔ ناول اور تاریخ دونوں میں حقائق اگرچہ اپنے اپنے انداز میں بیان کیے جاتے ہیں، تاہم کوئی ناول کتنا ہی حقیقت پر مبنی کیوں نہ ہو، تاریخ کی جگہ نہیں لے سکتا۔ اسی طرح تاریخ جتنی ہی بے رحم حقائق کی دستاویز ہو، ناول کی متبادل نہیں ہو سکتی۔

ناول تخلیقی عمل سے گزر کر فن پارہ بنتا ہے اور تاریخ معروضی حقائق کے سادہ بیان کی ایسی سرگزشت ہوتی ہے، جو تخلیقی عمل سے بالکل الگ تھلگ رہ کر، حقائق کے چہرے اپنے آئینے میں دیکھتی ہے، جب کہ ناول میں حقائق تخلیقی عمل سے گزر کر معنویت کے نئے دَر وَا کرتے ہیں۔ ناول نگار کو تاریخ سے مدد لینا پڑتی ہے پھر بھی ناول میں بیان کردہ حقائق، تاریخ کی نسبت زیادہ قابل قبول بن جاتے ہیں۔ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ یہاں ڈاکٹر شیبا عالم کچھ یوں رہنمائی کرتی ہیں:

> اصل میں ہر کہانی لکھنے والا یا شاعر خالی ہاتھ ہوتا ہے۔ سامنے کی حقیقت اتنی سطحی اور یک رخی ہوتی ہے کہ اسے تاریخ سے مدد مانگنی پڑتی ہے۔ تاریخ کی پُر اسراریت اور افسوں ہی اس سامنے کی حقیقت کو گہرے رنگ عطا کرتے ہیں۔ اپنی زمانی حقیقت، جب ادب میں

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

منتقل ہو گی تو اس کے معنی بدل جائیں گے۔ وہ استعارے میں ڈھلے گی، علامت میں ڈھلے گی، ایمائیت اور رمزیت کے دائرے میں داخل ہو جائے گی۔ یہ سب تخلیقی عمل کے ذریعے ہی ہو سکے گا۔(۸)

دل چسپ امر یہ ہے کہ انڈو اینگلین فکشن کا مرغوب ترین حوالہ ہندوستان (برصغیر) کی تاریخ رہی ہے۔ تاریخ، ناول کی ہتھکڑی ہے اور کوئی بھی ناول نگار اپنے آپ کو اس سے چھڑانے پر قادر نہیں ہے۔ فیلڈنگ نے صاف لفظوں میں کہا تھا کہ "میرے ناول تاریخ ہیں"۔ ان ناولوں میں سچائی کا عنصر اتنا بسیط اور مضبوط ہے کہ پڑھنے والے، ان میں اپنے عہد کے ساتھ ساتھ خود اپنا عکس بھی دیکھ سکتے ہیں۔ بالزاک، جس نے ناول کو انسانی طربیوں (Human Comedies) کا نام دیا تھا اور یہ سمجھتا تھا کہ دنیا کا کاروبار ایک جیتا جاگتا کھیل ہے، جس میں ہار جیت، غم و مسّرت کا سلسلہ دل چسپ طریقے سے چلتا رہتا ہے، اس کی حقیقت پسندی کا اعتراف کارل مارکس نے کیا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اگر ہم ناول اور تاریخ کے رشتوں کی تعبیر و تفہیم میں، گہرے ادراک سے کام نہ لیں تو ناول اور تاریخ کے مابین تفریق نہ ہو پائے گی اور ہم کئی غلط فہمیوں کا شکار ہو جائیں گے۔ چوں کہ ناول کو واقعات اور انسانی تجربات کے وسیع دائرے میں مرکزی نقطے کا مرتبہ حاصل ہے، اس لیے صحیح اور مثبت رُخ اپنانے والی تاریخی بصیرت اور وژن کے بغیر، تاریخ سے مواد حاصل کرنے میں کچھ قباحتیں بھی ہیں۔ ناول کے اندر جو وسعت، روا داری اور رنگارنگی ہے، اس کی وجہ سے اسے غلط راستے پر ڈال دینا بھی کچھ مشکل نہیں۔ تاریخی صداقت کا من مانا تصور قائم کیا جاسکتا ہے۔ تاریخ کے نام پر ماضی کی تعصّب آمیز اور فرقہ وارانہ تعبیر، رجعت پرستی اور عقل دشمنی کی باتیں بھی کی جاسکتی ہیں۔ تاریخ اگر صرف سرکاری گواہ یا درباری مصاحب بن کر رہ جائے تو اس کا نتیجہ کیا ہو گا، یہ کسی سے ڈھکا چھپا نہیں۔ تاریخ جب کٹھ پتلی بن جائے تو عہد کی درست تعبیر ممکن نہیں ہو سکتی۔ بقول ڈاکٹر شمیم حنفی:

> کولونیل آقاؤں نے اسی لیے تاریخ کو ایک کٹھ پتلی کی طرح نچانے میں تکلّف سے کام نہیں لیا اور حد یہ کہ ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال اور انجمنِ اشاعتِ مفیدہ پنجاب (انجمن پنجاب)، دونوں کے قیام کا حقیقی مقصد کولونیل مفادات کا استحکام اور فروغ قرار پایا۔(۹)

ظاہر ہے اپنے ماضی سے ایسی وابستگی، جو تاریخ کے ایک خاص تصور تک لے جاتی ہے، کولونیل عہد کے پروردہ تاریخی شعور سے کم مہلک نہیں۔ اسی طرح محض بھٹک جانے کے ڈر سے ماضی یا تاریخ کو یکسر بھُلا دینا اور ایک طرح کی تصنّع آمیز تاریخ کے پھیر میں پڑ جانا بھی کچھ کم نقصان دہ نہیں۔ یہ بات بھی درست ہے کہ ادب کی دوسری

اصناف کے مقابلے میں، ناول کی حیثیت ایک اجتماعی خواب نامے اور قومی حرفِ تمنا کی ہے، اسے پوری زندگی میں گردن تک ڈوبی ہوئی صنف ڈرامے پر بھی فوقیت اس وجہ سے دی جاسکتی ہے، کہ ناول کے سامنے اسٹیج کے اہتمام کی مجبوریاں نہیں ہیں۔ تاریخ سازی کے پیچیدہ اور پُر فریب تصور نے، ناول کو اس کی اصل سے بھٹکایا ہی نہیں، اس کی فنّی، قدر و قیمت میں تخفیف بھی کی ہے۔ شاید اسی لیے عظیم ناول نگار گابرئیل گارشیا مارکیز نے ناول کو کسی مینو فیسٹو کا بدل قرار دینے کے بجائے، اس کو "حقیقت کی شاعرانہ تقلیب" کہا ہے، خفیہ کوڈ میں بیان کردہ حقیقت دنیا کے بارے میں "ایک قسم کی پہیلی"، اس کے الفاظ یہ ہیں:

> ناول میں آج جس حقیقت سے دوچار ہوتے ہیں، وہ اصل زندگی کی حقیقت سے مختلف ہوتی ہے۔ اگرچہ اس کی جڑیں اسی میں ہوتی ہیں۔ یہی بات خوابوں کے بارے میں بھی درست ہے۔(۱۰)

یہاں ایک سوال ذہن میں آتا ہے کہ کیا ناول، تاریخ اور دیگر سماجی علوم یا فلسفے اور نفسیات کا متبادل ہو سکتا ہے یا نہیں؟ دنیا کے بڑے سے بڑے ناول نگار نے بھی شاید ایسا دعویٰ نہیں کیا ہے۔ ٹالسٹائی، جس نے تاریخ سے اپنے کردار اخذ کیے اور جس کے کرداروں نے اپنے طور پر بھی تاریخ کو ایک سمت دینے کی کوشش کی۔ اردو میں پریم چند، جس کے ناولوں میں زندگی اور فن کی ثنویت کہیں کہیں ختم ہوگئی ہے یا قرۃ العین حیدر، انتظار حسین اور عبداللہ حسین، جنھوں نے ناول کے وکٹورین تصور سے آگے بڑھ کر، مشرق کی بیانیہ روایت کو ایک نئی جہت دی اور اسے ایک اعلیٰ فکری سرگرمی کا ترجمان بنایا۔ ان سب ناول نگاروں کے ہاں تاریخ ایک تخلیقی تجربے کے ایک پورے سلسلے سے گزرتی ہے اور بالآخر جو شکل اختیار کرتی ہے، اُسے ہم تاریخ نہیں کہہ سکتے۔

اگر تاریخ ہی حقائق کے بیان کا ایک مکمل مظہر ہوتی، تو ادبی صنف ناول کی ابتدا کیوں کر ہوتی؟ بے شک ناول اور تاریخ میں حقائق کے بیان کے انداز مختلف ہیں۔ بے شک ناول نگار کو کئی موقعوں پر مورّخ سے رجوع کرنا پڑتا ہے، پھر بھی کچھ چیزیں ایسی ہیں، جو ناول اور تاریخ میں حدِّ فاصل کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اس حوالے سے نرمل ورما کا ایک بیان نقل کیا جاتا ہے تاکہ ادب کا ایک خاص اعزاز سامنے آسکے:

> مجھے ادب کے ٹیڑھے میڑھے راستے سے اپنی صورتِ حال کے بارے میں جاننے کی کوئی طلب نہیں ہے۔ سوال اٹھتا ہے کہ پھر میں ادب کے قریب کیوں جاتا ہوں؟ اگر مجھے یہ تمام علم جس کے بارے میں اتنی باتیں، اتنے اصول، اتنا غم و غصہّ، اتنے تاثرات ظاہر کیے

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN (Online): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

جاتے ہیں۔ اگر میں ان سے متفق ہوتا ہوں اور ان کے اسباب و علل اور ان کا تجزیہ سمجھنے جاننے کے لیے، مجھے دوسرے وسائل سے کہیں زیادہ مدلّل اور چھان بین پر مبنی مواد مل سکتا ہے، تو میں ایک ادبی جلسے میں جا کر جہاں کہانی پر، شاعری پر بحث ہو رہی ہے، وہاں مجھے ان موضوعات پر سیکنڈ ہینڈ اطلاعات حاصل کرنے کی کوئی خواہش نہیں۔۔۔۔ جس دن ہم یہ سمجھ لیں گے کہ ادبی صداقت کا کوئی اور بدل نہیں ہوتا، تو اسی دن ہمیں ادب کی ناگزیریت کا پتہ چل جائے گا۔۔۔۔ جب تک ہمیں ادب کے Substitute ملتے رہیں گے، ہمیں ادب ہمیشہ ایک ثانوی حیثیت کی چیز محسوس ہو گا۔ (۱۱)

تاریخی صداقت اور فنی یا تخلیقی صداقت، دو الگ چیزیں ہیں، جن میں تخلیقی تجربے کے بھیدوں کی بنیاد پر فرق کی لکیر کھینچی جاتی ہے۔ ناول کے ذریعے جو حقیقت وجود میں آتی ہے، وہ اس تخلیقی تجربے کے عمل سے گزر کر آتی ہے، اس لیے وہ حقیقت ایک سیکنڈ ہینڈ تجربے سے مربوط تو ہو سکتی ہے لیکن بجائے خود سیکنڈ ہینڈ نہیں ہوتی۔

غرض یہ کہ ناول، تاریخ کا نہیں بلکہ تاریخی شعور کا سفیر اور تاریخ کو وقف کی ہوئی انسانی تخلیق ہے۔ اس لیے آج قدیم رزمیوں کی روایت اور ورثے کو اگر کسی ادبی صنف نے سنبھال رکھا ہے، تو وہ ناول ہے۔ ڈاکٹر شمیم حنفی کے مطابق ناول ہی وہ صنفِ ادب ہے جو "معاصر ادب کی میزان اور اس کا سب سے زیادہ اعتبار کے لائق رفتار پیما"۔ (۱۲)

ادب اور تاریخ کے باہمی رشتے کو کسی طور بھی ایک دوسرے سے علیحدہ کر کے نہیں دیکھا جا سکتا۔ تاریخ ادب کی تخلیق میں نمایاں کام کرتی ہے۔ ادب کسی فرد کی اضطراری کیفیت کا نتیجہ نہیں ہوتا۔ اس کی تخلیق ایک پس منظر رکھتی ہے، جس میں ادیب کے تاریخی شعور کا ہاتھ ہوتا ہے۔ ادیب اس معاشرے سے الگ کوئی حیثیت نہیں رکھتا، جس کو تاریخ وجود میں لاتی ہے یا جو تاریخی روایات کا پیدا کردہ ہوتا ہے اور جس کے ہاتھوں تاریخی حقائق بے نقاب ہوتے ہیں۔ ادب کی تخلیق اسی معاشرے میں ہوتی ہے۔ اس لیے تاریخ کا ہاتھ اس تخلیق میں نمایاں طور پر کام کرتا ہوا نظر آتا ہے، بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ تاریخ اس کی تخلیق کے محرّکات میں نمایاں حیثیت رکھتی ہے۔ تاریخی روایات اور تاریخی حقائق کا امتزاج جگہ جگہ کار فرما دکھائی دیتا ہے۔ اس لیے یہ کہنا غلط نہ ہو گا کہ تاریخ کے صحیح تصور کی عکاسی اور ترجمانی، جس طرح ادب میں ملتی ہے، کسی دوسری جگہ نہیں مل سکتی۔

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN (Online): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

یہاں یہ بات سمجھنے کی ہے کہ ادب، تاریخی واقعات کا ایک ریکارڈ ہوتا ہے اور نہ ہی تاریخی واقعات کے بیان کا متحمّل ہو سکتا ہے، ادب تو تاریخ کے اس تصوّر کی عملی شکل ہوتا ہے، جس کے ذریعے تاریخی حقائق تک رسائی ممکن ہو سکے۔ ادب کا ایک اہم کام تاریخی واقعات کو سامنے رکھ کر، ایسی تاریخی حقیقتوں کو تلاش کرنا ہے، جن کی نوعیت معاشرتی اور مذہبی ہوتی ہے۔ بقول ڈاکٹر عبادت بریلوی:

> وہ ادب جس میں تاریخ کی صحیح عکاسی اور ترجمانی ہوتی ہے اور جو صحیح معنوں میں ادبی قدروں کا ترجمان ہوتا ہے، اس میں ضروری نہیں کہ تاریخ اور تاریخی واقعات کی تفصیل موجود ہو۔ اس میں تو تاریخ کی روح ہوتی ہے۔ اس کا نچوڑ ہوتا ہے۔ اس کا عطر ہوتا ہے، اس عطر سے اس کے دامن میں تاریخ کی مہک پیدا ہوتی ہے۔[۱۳]

ہر دور کا ادب تاریخ کے اس صحیح تصور کی ترجمانی کرتا ہے اور یہ ترجمانی تاریخ کی صحیح ترجمانی ہوتی ہے۔ شاید موّرخوں کی تاریخی تحریروں میں تاریخ کے صحیح تصوّر کی وہ ترجمانی نہیں ہوتی، جو ادیبوں کی ادبی تحریروں میں ہوتی ہے۔ ادب تو اس تاریخ کی ترجمانی ہی سے صحیح معنوں میں ادب بنتا ہے۔ کسی قوم یا ملک کے ادب کو، اگر اس کی تاریخ سے الگ کر لیا جائے تو زندگی کے آثار نظر نہیں آسکتے۔

جس طرح تاریخ چند بادشاہوں کی داستانِ حیات نہیں بلکہ انسان اور انسانیت کی اجتماعی زندگی کے مدّ و جزر کا نام ہے، جس کے آئینے میں ایک مخصوص عہد کی زندگی کے کئی پہلو منعکس ہوتے ہیں۔ اسی طرح ٹائن بیکا یہ خیال درست ہے کہ معاشرے کے کسی دور میں تاریخ کا مطالعہ ،اس عہد اور جگہ کی زندگی کے بیانات کا تابع ہوتا ہے۔ اسی طرح اسپنگلر کا یہ نظریہ بھی غلط نہیں کہ تاریخ کا مطالعہ در حقیقت انسانی تہذیب و تمدن کے مختلف ادوار کا مطالعہ ہے۔[۱۴]

ادب اور تاریخ دونوں علم کے علیحدہ شعبے ہیں، لیکن اس کے باوجود دونوں میں گہرا تعلق ہے۔ ادب اور تاریخ کے مابین اس رشتے کی نوعیت، ادبی تخلیقات میں تاریخی شعور کی اساس ہے۔ ادب اور تاریخ سے متعلق کوئی بھی خیال سماج کے محنتی عوام سے الگ کر کے نہیں دیکھا جا سکتا۔ ان دونوں کا مرکز عوام النّاس ہوتے ہیں۔ انسانوں کی غیر موجودگی میں سماج کا تصور بھی ناممکن ہے۔ قدیم انسانی تہذیب سے عہدِ موجود تک ادب، فن، تہذیب و تمدن، غرض یہ کہ ہر چیز کا ارتقا، سماج اور اس میں رہنے والے انسانوں کے ارتقا کا ہی نتیجہ ہے۔ سماج کی تبدیلی در

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

حقیقت انسانی تبدیلی کی بنیاد پر کھڑی ہے۔ یہ ارتقا کسی الہامی قوت کی عنایت کے سبب نہیں، بلکہ انسان کی ہزاروں برس کی کاوشوں کا نتیجہ ہے۔ ادب اور سماج کے اس گہرے رشتے کے حوالے سے مجنوں گورکھ پوری لکھتے ہیں:

> ادب ایک ماحول کی مخلوق اور دوسرے ماحول کا خالق ہوتا ہے اور بیک وقت ماضی اور مستقبل دونوں سے وابستہ ہوتا ہے۔ ادب میں جبر و اختیار دونوں کی علامتیں پائی جاتی ہیں۔(۱۵)

ناول اور تاریخ دونوں کا موضوع سماج، عہد یا کسی زمانے کی اقدار ہوتی ہیں، تاہم سماج بذاتِ خود یا کوئی عہد اتنا کثیر الجہت ہوتا ہے کہ اس کے کسی بھی پہلو کو اجاگر کرنے میں، یہ دونوں شعبہ ہائے علم اپنا اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔ انسانی زندگی جتنی پیچیدہ ہے، اسی قدر اس کے مسائل بھی گوناگوں ہیں۔ ناول نگار ہو یا مورّخ، دونوں ہی انسانی زندگی کے مسائل کو نمایاں کرنے کا جتن کرتے ہیں، لیکن دونوں کے انداز مختلف ہوتے ہیں۔ مورّخ ابتدا ہی سے معاشرے کے اہم واقعات اور اہم شخصیات کو موضوع بنانے کا عادی رہا ہے۔ اگرچہ جدید تاریخ نگاری میں بڑی حد تک سائنسی انداز اپنانے کا رواج پیدا ہو گیا ہے، تاہم مورّخ کے ہاں سب کچھ جگ بیتی کے زمرے میں آتا ہے۔ اس کے برعکس ناول نگار واقعات کے پیچھے چھپے اسباب و علل پر تفکّر آمیز غور و خوض کے بعد، تخلیقی عمل سے گزار کر سب کچھ اس طرح پیش کرتا ہے، کہ وہ جگ بیتی کی بجائے آپ بیتی کے دائرے میں داخل ہو جاتا ہے۔ ادب کا جو طرّۂ امتیاز ہے، وہ بہر حال قائم رہتا ہے، کیوں کہ ادب جذبات اور احساسات کا ایسا تخلیقی اظہار ہے، جو پڑھنے والے کو اپنائیت کے حصار میں مقید کر لیتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ شیبا عالم، ڈاکٹر، اردو کے نمائندہ ناول نگاروں کا تاریخی شعور (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۶ء)، ص ۱۲۔

2. Galbraith, V.H.An Introduction to the study of History (Islamabad: National Book Foundation,1963) p,5.

3. Carr, E.H. "What is History"with a new introduction.by Richard J.Evans. Printed and Bound in Pakistan (Shirkat Printing Press,2001) p,29,30.

۴. Collingwood, R.G. "The Idea of History" Indian Edition (New Delhi: Oxford University Press,1992)p,355.

۵۔ علمدار حسین بخاری، "نو آبادیاتی تاریخی ڈسکورس اور فکشن۔۔ مماثلتیں اور امتیازات"، معیار، شمارہ:۸ (جولائی دسمبر ۲۰۱۲ء) ص۶۶۔

6. Collingwood, R.G "The Idea of History",p,366.

۷۔ شہزاد منظر، "ناول"، مشمولہ اردو ناول۔۔ تفہیم و تنقید، مرتبہ نعیم مظہر، فوزیہ اسلم (اسلام آباد: ادارہ فروغِ قومی زبان، ۲۰۱۲ء)، ص ۱۵۲۔

۸۔ شیبا عالم، ڈاکٹر، اردو کے نمائندہ ناول نگاروں کا تاریخی شعور (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۶ء)، ص۱۹۔

۹۔ شمیم حنفی، تاریخ، تہذیب اور تخلیقی تجربہ (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۶ء)، ص۱۸۔

۱۰۔ ایضاً، ص۱۹۔۲۰۔

۱۱۔ ایضاً، ص۲۰۔

۱۲۔ ایضاً، ص۲۳۔

۱۳۔ عبادت بریلوی، ڈاکٹر، ادب اور ادبی قدریں (لاہور: ادارہ ادب و تنقید، ۱۹۸۳ء)، ص۹۱۔

۱۴۔ شمیم حنفی، تاریخ، تہذیب اور تخلیقی تجربہ، ص۲۴۔

۱۵۔ مجنوں گورکھپوری، ادب اور زندگی (علی گڑھ: اردو گھر، ۱۹۸۴ء)، ص۶۴۔